ہمارے عقائد

اختتامی خطاب

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ

منعقدہ ۲۰ تا ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۸ء

شائع کردہ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہِ الکریم

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدام الاحمدیّہ مرکزیّہ ربوہ کے ۳۴ ویں سالانہ اجتماع سے مورّخہ ۲۲ اخاء ۱۳۵۷ ہش : اکتوبر ۱۹۷۸ء کو جو اختتامی خطاب فرمایا تھا اس کا متن افادہ احباب کے لئے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

حضور نے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

”آپ احمدیت کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ خدّام الاحمدیّہ ہیں۔ ہم سب احمدیّت کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ احمدی ہیں۔ حضرت مسیح موعود مہدی معہود علیہ السّلام نے ہمارا نام احمدی مسلمان رکھا ہے۔ ہم اسلامی عقائد رکھتے ہیں۔ بعض لوگوں میں کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں، ان سے میرا تعلق نہیں۔ اپنے عقائد سے میرا تعلق ہے۔ عقائد کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ گاہے گاہے احبابِ جماعت کے سامنے آتا رہتا ہے۔ اسی سلسلہ میں آج میں اپنے، احمدیوں کے، احمدیّت کے عقائد کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ مَیں کوشش کروں گا کہ جہاں تک ممکن ہو سادہ زبان استعمال کروں تاکہ وہ سب اطفال بھی جو اس اجتماع میں شامل ہیں اپنی عقل اور علم کے مطابق احمدیّت کے عقائد کو سمجھ سکیں۔ تاہم کچھ باتیں تو ایسی بھی ہوتی ہیں جو بچوں کی سمجھ سے بالا ہوتی ہیں حتّٰی کہ بعض باتوں کو تو کئی خدّام بھی نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن مَیں اپنی طرف سے آسان زبان میں آپ سب کو سمجھانے کی کوشش کروں گا۔

ہم احمدی مسلمان ہیں۔ اور ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ خدا جو واحد لاشریک ہے، وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ واحد ہے اپنی ذات میں بھی اور اپنی صفات میں بھی۔ نہ اُس کی ذات میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس کی صفات میں اس کا کوئی شریک ہے۔ وہ بے مثل و مانند ہے۔ وہ یکتا ہے اور اس جیسا اَور کوئی نہیں۔ وہ اپنی ذات اور صفات میں منفرد ہے۔ کوئی دوسرا اس کا مثل اور اُس جیسا نہیں ہے۔ وہ ہر قسم کے نقائِص، کمزوریوں اور کوتاہیوں سے پاک ہے۔ کوئی نقص اور کمزوری اس کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی۔ اُسے کبھی اُونگھ نہیں آتی۔ کیونکہ اُونگھنا بھی ایک کمزوری ہے۔ مگر خدا تعالےٰ ہر کمزوری سے منزّہ ہے۔ وہ ایک لمحہ تو کیا لمحہ کے اربویں حصّہ کے لئے بھی اپنی مخلوق سے بے خبر نہیں ہوتا۔ اُسے نہ اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند کی ضرورت ہے۔ خُدا تعالیٰ خالق ہے۔ دُنیا کی ہر چیز اُس نے پیدا کی ہے اس لئے وہ ہر چیز کا مالک ہے۔ وُہ حیّ ہے اپنی ذات میں وہ زندہ ہے اور اس عالمین کی کوئی چیز اس کے سہارے کے بغیر زندہ نہیں۔ دُنیا کی کوئی چیز بھی جب تک خدا تعالےٰ جو الحیّ ہے اُسے زندگی عطا نہ کرے زندہ نہیں ہوسکتی اور نہ زندہ رہ سکتی ہے اور نہ اس کا وجود قائم رہ سکتا ہے۔ ہمارا خُدا قیّوم خدا ہے۔ کائنات کے ہر حصّہ کے ساتھ اس کا ذاتی تعلّق قائم ہے یعنی یہ کائنات اور اُس کی ہر شئے ہر آن اور ہر لحظہ اسی سے زندہ اور اسی کے سہارے قائم ہے۔ وُہ بصیر ہے ہر چیز کو دیکھتا ہے مگر انسانوں کی طرح نہیں دیکھتا۔ میرا اور آپ کا دیکھنا دو چیزوں کا محتاج ہے۔ ایک تو ہم اپنی آنکھوں کے محتاج ہیں جو خدا نے ہمیں دی ہیں دوسرے بیرونی روشنی کے محتاج ہیں۔ آنکھوں والے ہونے ہوئے بھی اگر رات کے وقت ہم مکان کی ساری کھڑکیاں اور دروازے بند کرلیں، کوئی درز باقی نہ رہے اور روشنی کی کوئی

شعاع کمرے میں نہ آئے تو ہماری آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں۔ آنکھیں ہیں مگر دیکھ نہیں سکتیں۔ لیکن خدا تعالےٰ دیکھتا ہے بایں ہمہ نہ ظاہری آنکھ کا وہ محتاج ہے اور نہ بیرونی روشنی کا۔ وہ اپنی ذات میں دیکھنے کی طاقت رکھتا ہے۔

پھر شنوائی ہے۔ انسان اور دوسرے حیوانات بھی سُنتے ہیں۔ مخلوق میں سے جو بھی سُنتا ہے اُسے ظاہری طور پر دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک کانوں کی ضرورت ہے اور دوسرے صَوتی لہروں کی ضرورت ہے۔ اگر کان ہوں لیکن صوتی لہر نہ ہو۔ یا کان تک نہ پہنچ سکے یا کان کو بند کر دیا جائے۔ اور آواز اس کے اندر نہ جاسکے تو کان کسی آواز کو سُن نہیں سکے گا۔ کان ہیں لیکن جب اُن کا تعلّق صَوتی لہر سے قطع کر دیا جائے تو وہ سُننا بند کر دیتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ نہ کان کا محتاج ہے نہ صَوتی لہروں کا۔ وہ کسی مادی کان سے سُنتا نہیں نہ ہی اُسے سُننے کے لئے صَوتی لہروں کی ضرورت ہے۔ خدا تعالےٰ ہر ایک چیز کو جانتا ہے اس کے ظاہر کو بھی جانتا ہے اور اس کے باطن کو بھی جانتا ہے۔ دُنیا کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ دُنیا کی کسی چیز کا ظاہر اور باطن اس سے پوشیدہ نہیں۔ مثلاً ہمارا اپنا جو جسم ہے یہ بھی ایک عالمین ہی ہے۔ خدا تعالےٰ نے اسے بڑا عجیب کارخانہ بنا دیا ہے۔ جسم میں پانی کا اپنا ایک نظام ہے۔ مٹھاس کا اپنا ایک نظام ہے۔ ہزارہا مختلف نظام ہیں جو جسم کے اندر پائے جاتے ہیں پھر اُن میں باہمی ربط کا نظام قائم ہے۔ ہم خود اپنے جسم کے غیر متناہی پہلوؤں کا علم نہیں رکھتے مگر خدا تعالےٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ خُدا تعالےٰ ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔ ہر ایک چیز اس کے علم میں ہے اور وہ متصرّف بالارادہ ہے۔ جب چاہے اور جو چاہے کر دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے

فرمایا ہے کہ انسان جب اپنی نالائقی کی وجہ سے بیمار ہو جاتا ہے اور خُدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اُسے شفا حاصل ہو۔ تب خدا تعالیٰ کے دو حکم اس کے متعلق جاری ہوتے ہیں۔ اس کے جسم کے ذرّات پر خدا تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوتا ہے کہ وہ کسی دوا کا اثر قبول نہ کریں۔ چنانچہ وہ کسی دوا کا اثر قبول نہیں کرتے۔ دوسرے ہر دوا پر خدا کا حکم نازل ہوتا ہے کہ وہ شخص مذکور پر کوئی اثر نہ کرے۔ چنانچہ وہ دوا استعمال کرتا ہے لیکن دوا بے اثر ثابت ہوتی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ اس مریض کی دُعاؤں کو سُن کر یا کسی اور نیک بندے کی اُس (مریض) کے حق میں دُعا سُن کر اُسے شفا دینے کا فیصلہ کرتا ہے تو دو نئے حکم نازل کرتا ہے۔ ایک انسانی جسم کے ذرّات کو حکم ہوتا ہے کہ وہ دوا کے اثرات کو قبول کریں اور دوا کو حکم دیتا ہے کہ اس شخص کے جسم کے ذرّات پر اپنا اثر کرو۔ تب وہ صحت یاب ہو جاتا ہے۔ اب وُہی دوا جو مہینہ بھر اور بعض دفعہ دو مہینے یا دو سال تک اثر نہیں کر رہی ہوتی دُعا کے نتیجہ میں وہ اثر انداز ہوتی ہے اور انسان معجزانہ رنگ میں شفا پا جاتا ہے اور اس طرح خدا تعالیٰ کی آیات ظاہر ہوتی ہیں۔ پس نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے بلکہ وُہ ہر چیز سے تعلق بھی رکھتا ہے اور اس کا تعلّق تبدیلی پَیدا کرتا ہے ارادہ سے کیونکہ وہ متصرّف بالارادہ ہستی ہے۔

یہ ہمارا خدا ہے جس پر ہم احمدی ایمان لاتے ہیں۔ ہمارا خدا ازلی ابدی خدا ہے یہ ایک محاورہ ہے جسے ہمیں سمجھانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے یعنی خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ زمانے کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہے۔ زمانہ تو اس نے پَیدا کیا ہے۔ زمانہ تو اس کے لئے اسی طرح ہے۔ جس

طرح مُٹھی کے اندر کوئی چیز بند ہو۔ خُدا تعالیٰ کی خدائی میں زمان و مکان گھرے ہوئے ہیں۔ جہاں زمانہ ختم ہو جاتا ہے وہاں خدا کی خدائی ختم نہیں ہوتی۔ خدا تعالیٰ اپنے وجود، اپنی زندگی اور اپنی قیّومیّت کے لئے اور اپنی صِفات کے اظہار کے لئے کسی زمانے کا محتاج نہیں ہے اور نہ کسی مکان کا محتاج ہے۔ خدا کی ذات و صفات کے متعلّق مَیں نے مختصراً اس وقت جو کچھ بیان کیا ہے وہ قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ ہستی باری تعالیٰ کے متعلق قرآنی تعلیم بہت وسیع اور گہری ہے۔ اس کی گہرائیوں میں جانے کا اس وقت موقع نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنی کتب میں کئی جگہ اس مضمون پر روشنی ڈالی ہے جسے سمجھنے کی ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیئے۔

پس یہ ہمارا خدا ہے جس کے اندر کوئی نقص اور برائی نہیں ہے۔ وہ تمام عیوب سے منزّہ اور تمام صِفاتِ حسنہ سے متّصف ہے۔ ہم اس خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ تمام صِفات جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں اور جو کم و بیش سو کے قریب ہیں ان کے علاوہ بھی فرمایا ہے لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى گویا اللہ تعالیٰ تمام اچھی صفات سے متّصف ہے۔ چنانچہ ہر سوچنے والے آدمی کے ذہن میں یہ بات آ سکتی ہے کہ ہماری دنیا سے باہر کوئی ایسی دُنیا بھی ہو جہاں ہماری دنیا میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات جلوہ گر ہو رہی ہیں ان کے علاوہ یا ان کے سوا کوئی اور صفات بھی ظاہر ہو رہی ہوں تو یہ ممکن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اُن کے جلوے غیر محدود ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے غیر محدود جلوے ظاہر ہونے ہیں یہی نہیں بلکہ قرآن کریم نے فرمایا ہے۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ

خدا تعالیٰ کی ہر صفت کا ہر نیا جلوہ پہلے سے مختلف ہوتا ہے اور اس کا ثبوت یہ پنڈال دے رہا ہے جہاں اس وقت سات آٹھ ہزار آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن ایک دوسرے کی شکلیں مختلف ہیں حالانکہ ایک خدا نے سب کو پیدا کیا ہے۔ جب سے آدم پیدا ہوئے اُس وقت سے اب تک بے شمار انسان پیدا ہوئے لیکن کوئی دو آدمی اپنی شکل میں ایک جیسے نہیں۔ (ٹویوٹا کاریں بنانے والے بعض دفعہ ایک ہی ماڈل کی ہزاروں لاکھوں کاریں بنا دیتے ہیں۔ ایک ہی مشین میں سے اُس کی باڈی نکالتے ہیں اس لئے شکل بالکل ایک جیسی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی Monotony (یکسانیت) کو توڑنے کے لئے ان کے رنگ مختلف کر دیتے ہیں۔ لیکن خدا ایسا نہیں) خدا تعالیٰ کے کام عجیب شان اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس کی صفت کا ہر جلوہ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ کا مظہر ہوتا ہے۔

مَیں نے شاید پہلے بھی بتایا تھا اب پھر بتا دیتا ہوں۔ ہمارا ایک بڑا ذہین بچہ تھا۔ اس کو مَیں نے یہی مسئلہ سمجھایا اور بتایا کہ قرآن کریم کی رُو سے اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کا ہر جلوہ ایک نئی شان کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ وہ ایٹم کے بارہ میں مزید ریسرچ کرنے کے لئے حکومت مغربی جرمنی کے وظیفے پر جرمنی گیا تو وہاں اس نے اپنے پروفیسروں سے کہا کہ وہ اس موضوع پر ریسرچ کرنا چاہتا ہے کہ تابکاری کا اثر گیہوں پر اَور قسم کا ہے، مکئی پر اَور قسم کا ہے اور چاول پر اَور قسم کا۔ اس کے پروفیسر اُسے کہنے لگے کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟ ہمارے دماغ میں تو کبھی یہ بات نہیں آئی۔ تمہارے دماغ میں کیسے آگئی۔ اُس نے بعد میں مجھے بتایا۔ کہ

آپ نے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ کے بارہ میں بتایا تھا اس کے مطابق مَیں نے اپنے پروفیسروں سے باتیں کیں۔ بڑی مشکل سے اس موضوع پر ریسرچ کرنے کے لئے اجازت ملی اور جب ریسرچ کی تو یہی نتیجہ نکلا کہ اٹامک انرجی کا اثر گیہوں پر اَور رنگ میں ظاہر ہوتا ہے اور مکئی پر اَور رنگ میں ظاہر ہوتا ہے اور چاول پر اَور رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ اُس کی اس ریسرچ پر اس کے جرمن پروفیسر بڑے حیران ہوئے۔ یہ تو قرآن کریم کی تعلیم کی برکت تھی۔ مَیں تو ایک واسطہ بن گیا۔ قرآن کریم کی تعلیم سکھانے کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔

غرض اللہ وہ کامل صفتوں کا مالک خدا ہے جس پر ہم احمدی ایمان لاتے ہیں۔ اور کوئی چیز اس کے سامنے اَنہونی نہیں۔ ایک دفعہ مجھے ایک دوست کا دُعا کے لئے خط ملا جس میں اُس نے اپنے حالات کچھ اس طرح بیان کئے ہوئے تھے کہ بظاہر یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ اس کا کام ہو جائے گا۔ لیکن اس نے لکھا کہ دُعا سے دل تسلّی پکڑتا ہے اس لئے مَیں دُعا کے لئے آپ کو لکھ رہا ہوں۔ مَیں نے اُس کا خط پڑھا اور قریب تھا کہ مَیں یہ لکھ دیتا کہ پھر خدا کی رضا پر راضی رہو اس وقت خدا تعالیٰ نے اپنے پیار سے مجھے جھنجوڑا اور مجھے یہ کہا کیا تم احمدیوں کو یہ سبق دینا چاہتے ہو کہ انسان کی زندگی میں کوئی ایسا موقع بھی آتا ہے جب خدا تعالیٰ بھی اس کی مدد نہیں کر سکتا۔ چنانچہ مَیں کانپ اُٹھا کہ یہ مَیں کیا غلطی کرنے لگا تھا۔ اور مَیں نے اپنے ہاتھ سے لکھا خدا تعالیٰ سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ چنانچہ جس بات کی ہزار میں سے ایک کی بھی امید نہ تھی دس پندرہ دن کے بعد اس کا خط آیا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میرا کام ہو گیا ہے۔

۱۹۷۴ء میں جماعت احمدیہ نے بڑی تکلیف کے دن گزارے۔ ساری جماعت کا درد مجھے بھی اُٹھانا پڑتا ہے۔ جماعت میں سے جس دوست کو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ تو اس کے لئے بڑے دکھ درد کا موجب ہوتی ہی ہے لیکن مَیں بھی اپنی جگہ بڑی پریشانی میں وقت گزارتا ہوں۔ چنانچہ ۱۹۷۴ء میں بھی بڑی پریشانی رہی۔ بڑی دُعائیں کیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے اُس وقت جو جو باتیں بتائی تھیں ان پر ابھی اڑھائی تین سال نہیں گزرے تھے کہ وہ باتیں پوری ہوگئیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِكَ۔

اسلام نے ہمیں یہ تعلیم بھی دی ہے کہ خدا تعالےٰ وہ ہستی ہے جس نے ہمیں وہ تمام صلاحیتیں اور استعدادیں دے دی ہیں جن کو ہم صحیح طریق پر استعمال میں لا کر خدا کا قرب اور اس کا پیار حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ۔ (الجاثیہ:۱۴)

یہ سارا عالمین جس کے کناروں تک انسان کی دُوربینیں بھی نہیں پہنچ سکتیں۔ اس میں ہر چیز کو انسان کی خدمت پر لگا دیا ہے تا کہ وہ اپنی خدا داد صلاحیتوں سے کماحقہٗ فائدہ اُٹھاتے ہوئے خدا کی رضا کو حاصل کرے اور اس کا مقرب بندہ بن سکے۔

پس خدا تعالےٰ بڑا احسان کرنے والا ہے۔ وہ ہمارا بڑا پیارا ربّ ہے اس کا پیار حاصل کرنے کے لئے خدا تعالےٰ کی ذات وصفات کی معرفت ضروری ہے۔ اس کے بغیر انسان کے دل میں خدا تعالےٰ کا پیار پَیدا نہیں ہوتا۔ غرض الٰہی صفات کی معرفت کے ساتھ وابستہ ہے اُس کی محبّت اور یہ خوف کہ خدا اتنی عظیم ہستی ہے جس نے اپنے پیار کو ہم پر ظاہر فرمایا وہ کہیں ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔ جب انسان

کے اندر یہ احساس اور محبت پَیدا ہو جاتی ہے تو پھر یہ محبّت ذاتی بن جاتی ہے۔ محبّت ذاتی شروع ہوتی ہے اس بات کے احساس سے کہ خدا تعالےٰ بہت احسان کرتا ہے اور انتہاء ہوتی ہے اس معرفت پر کہ خدا تعالےٰ حُسن و احسان میں یکتا ہے خدا کی محبّت میں انسان ہر دوسری چیز کو بھول جاتا ہے حتّٰی کہ اس کا اپنا وجود بھی گُم ہو جاتا ہے بالفاظِ دیگر انسان خدا تعالےٰ کی محبّت میں فنا ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کی محبّت ذاتی کیا ہے؟ اس کے متعلق مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا ایک اقتباس پڑھتا ہوں۔ اسلام اور قرآن کریم کی جو شریعت ہمیں ملی ہے اس پر عمل کرنے کے نتیجہ میں ہمیں کیا کچھ ملتا ہے؟ اس ضمن میں آپ فرماتے ہیں:۔

”از انجملہ ایک مقام محبّتِ ذاتی کا ہے جس پر قرآن شریف کے کامل متبعین کو قائم کیا جاتا ہے اور ان کے رگ و ریشہ میں اس قدر محبّت الٰہیہ تاثیر کر جاتی ہے کہ اُن کے وجود کی حقیقت بلکہ اُن کی جان کی جان ہو جاتی ہے اور محبوبِ حقیقی سے ایک عجیب طرح کا پیار اُن کے دلوں میں جوش مارتا ہے اور ایک خارق عادت اُنس اور شوق اُن کے قلوب صافیہ پر مستولی ہو جاتا ہے کہ جو غیر سے بکلّی منقطع ... کر دیتا ہے اور آتشِ عشقِ الٰہی ایسی افروختہ ہوتی ہے کہ جو ہم صحبت لوگوں کو اوقاتِ خاصہ میں بدیہی طور پر مشہود اور محسوس ہوتی ہے بلکہ اگر محبانِ صادق اس جوشِ محبت کو کسی حیلہ اور تدبیر سے پوشیدہ رکھنا بھی چاہیں تو یہ اُن کے لئے غیر ممکن ہو جاتا ہے جیسے عشاقِ مجازی کے لئے بھی یہ بات غیر ممکن ہے کہ وہ اپنے محبوب کی محبّت کو جس کے

دیکھنے کے لئے دن رات مرتے ہیں اپنے رفیقوں اور ہم صحبتوں سے چُھپائے رکھیں بلکہ وہ عشق جو ان کے کلام اور ان کی صُورت اور اُن کی آنکھ اور اُن کی وضع اور ان کی فطرت میں گھُس گیا ہے اور اُن کے بال بال سے مترشح ہو رہا ہے وہ اُن کے چھُپانے سے ہرگز چھُپ ہی نہیں سکتا اور ہزار چھپائیں کوئی نہ کوئی نشان اس کا نمودار ہو جاتا ہے۔ اور سب سے بزرگ تر اُن کے صدق قدم کا نشان یہ ہے کہ وہ اپنے محبوبِ حقیقی کو ہر یک چیز پر اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اگر آلام اس کی طرف سے پہنچیں تو محبّت ذاتی کے غلبہ سے برنگِ انعام اُن کو مشاہدہ کرتے ہیں اور عذاب کو شربتِ عذب کی طرح سمجھتے ہیں۔ کسی تلوار کی تیز دھار ان میں اور اُن کے محبُوب میں جُدائی نہیں ڈال سکتی اور کوئی بلیّۂ عظمیٰ اُن کو اپنے اس پیارے کی یاد داشت سے روک نہیں سکتی۔ اسی کو اپنی جان سمجھتے ہیں اور اُسی کی محبّت میں لذّات پاتے اور اُسی کی ہستی کو ہستی خیال کرتے ہیں اور اُسی کے ذکر کو اپنی زندگی کا ماحصل قرار دیتے ہیں اگر چاہتے ہیں تو اسی کو اگر آرام پاتے ہیں تو اُسی سے۔ تمام عالم میں اسی کو رکھتے ہیں اور اسی کے ہو رہتے ہیں۔ اُسی کے لئے جیتے ہیں اُسی کے لئے مرتے ہیں۔ عالم میں رہ کر پھر بے عالم ہیں اور باخود ہو کر پھر بیخود ہیں۔ نہ عزّت سے کام رکھتے ہیں نہ نام سے نہ اپنی جان سے نہ اپنے آرام سے بلکہ سب کچھ ایک کے لئے کھو بیٹھتے ہیں اور ایک کے پانے کیلئے سب کچھ دے ڈالتے ہیں۔ لا یُدرک آتش سے جلتے جاتے ہیں اور کچھ

بیان نہیں کر سکتے کہ کیوں جلتے ہیں اور تفہیم اور تفہّم سے صُمٌّ بُکمٌ ہوتے ہیں اور ہر یک مصیبت اور ہر یک رسوائی کے سہنے کو تیار رہتے ہیں اور اُس سے لذّت پاتے ہیں۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۵۴۰،۵۳۹ حاشیہ در حاشیہ ۳ بحوالہ روحانی خزائن ۱ جلد اوّل)

ایک مسلمان جو قرآنی تعلیم پر عمل کرتا ہے اور اس کو سمجھ کر اور اللہ تعالیٰ کی محبّت میں فنا ہو کر الٰہی محبّت حاصل کرتا ہے اُس کے دل میں اس حد تک اللہ تعالےٰ کی ذاتی محبّت پَیدا ہوتی ہے جس کا اس حوالے میں ذکر کیا گیا ہے۔

خدا تعالےٰ نے اپنی ایک یہ صفت اور عادت بھی بیان فرمائی ہے کہ جب وہ اپنے کسی بندے سے پیار کرتا ہے تو اس پیار کا اظہار بھی کرتا ہے۔ اس لئے جہاں تک اللہ تعالےٰ نے ہمیں قرآن کریم کی سمجھ عطا فرمائی اور محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات کو سمجھنے کی توفیق بخشی ہے اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے پیار کی آواز اور اس کا اظہار جو مختلف طریقوں سے ہوتا ہے اس کا دروازہ اللہ تعالےٰ کے فضل اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قوّتِ قدسیہ کے نتیجہ میں قیامت تک کھُلا ہے۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔ مَیں اپنے ایمان کے متعلق باتیں کر رہا ہوں۔ یہ احمدیوں کا ایمان ہے کہ یہ دروازہ کبھی بند نہیں ہو سکتا اسی لئے مَیں نے کئی جگہ احمدیوں سے پوچھا کہ بتاؤ تم نے سچّی خوابیں دیکھیں تو مجھے کوئی ایسا احمدی نہیں ملا یا احمدیوں کا کوئی ایسا گھرانہ نہیں پایا جس نے کسی نہ کسی رنگ میں خدا تعالےٰ کی محبّت کو حاصل نہ کیا ہو اور اس کے پیار کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔

پس یہ ہے ہمارا خدا جو اپنی ذات میں اکیلا ہے جس نے نہ کسی کو جنا اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور کوئی اس کا کفو نہیں - وہ حیّ ہے - وہ قیّوم ہے نہ اُسے اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند - وہ بصیر ہے - وہ سمیع ہے - وہ علیم ہے وہ خبیر ہے - وہ قدّوس ہے - وہ عزیز ہے - وہ خالق ہے - وہ مالک ہے - وہ حاکم ہے اس معنی میں کہ الحکم للہ - اس دنیا میں حکم اُسی کا چلتا ہے - وہ متصرّف بالارادہ ہے - یہودیوں کے بعض فرقے کہتے ہیں خدا نے دُنیا کو پیدا کیا اور علیحدہ ہو کر بیٹھ گیا - وہ کہتے ہیں خدا ایک عظیم ہستی ہے اور انسان ایک عاجز بندہ - پھر اس کے ساتھ تعلّق کیوں رکھے - ہمارا خدا ایسا خدا نہیں ہے - تعلّق کیوں رکھے کا سوال تو شاید ٹھیک ہو سکتا ہے لیکن اُس نے جواب دیا اور کہا ہے کہ مَیں تعلّق رکھتا ہوں - یہ اُس کی شان ہے - اس لئے جیسا کہ یہودیوں کے بعض فرقے کہتے ہیں وہ Impersonal God یعنی مخلوق سے لاتعلّق خدا نہیں ہے بلکہ Personal God یعنی مخلوق سے ذاتی تعلّق رکھنے والا پیارا خدا ہے - مثلاً جب مجھے کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا آپ کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا کوئی ضرورت آپڑتی ہے تو ہم جانتے ہیں کہ ہمارے لئے صرف ایک ہی در کھلا ہے اور وہ ہمارے پیارے ربّ کریم کا در ہے - پس ہمیں کسی اَور کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں ہے - ہم ہر آن اس خدا کے حضور جھکتے ہیں جو بڑی شان کا مالک ہے - تمام صفاتِ حسنہ سے متّصف ہے - ہر قسم کے عیوب اور کمزوریوں سے مبرّہ اور ہر قسم کے شرک سے منزّہ ہے - خدا بولتا ہے - دُعاؤں کو سُنتا ہے اور جب پیار کرنے پر آتا ہے تو اپنے پیارے بندوں کے لئے ایک دُنیا کو ہلا کر رکھ دیتا ہے - چنانچہ حضرت مسیح موعود

علیہ السّلام نے فرمایا ہے اے خدا یہ تو ٹھیک ہے کہ تُو نے یہ کہا ہے کہ جو تیرا ہو جائے ہر دو جہان اس کے ہو جاتے ہیں لیکن جہاں تک ہمارے دل کی کیفیت کا سوال ہے وہ تو یہ ہے کہ جسے تُو مل جائے اُس نے ہر دو جہان کو لے کر کیا کرنا ہے - جب تیرا پیار مل گیا تو گویا سب کچھ مل گیا -

پس ہمارا پہلا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ ہم خدائے واحد و یگانہ کے پرستار ہیں ہم اُسی کی عبادت کرتے ہیں - ہم اُس کے عبد ہیں - اور عبُودیت کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرتے ہیں - عبُودیّت کا ایک تقاضا یہ ہے کہ قرآن کریم نے ہمیں کہا ہے کہ خدا تعالےٰ کی صفات کا مظہر بننے کی کوشش کریں اور چونکہ یہ ایک ایسا فقرہ تھا جسے سمجھنا مشکل تھا اس لئے ہمیں یہ بتایا گیا کہ محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم خدا تعالےٰ کی صفات کے مظہرِ اتم ہیں اور یہ ہمارا دوسرا بنیادی عقیدہ ہے - ہم دل سے یقین کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم خدا کے نہایت ہی پیارے رسُول اور خاتم الانبیاء ہیں - آپؐ افضل الرسل ہیں - ہمارا اس بات پر بھی پختہ یقین ہے کہ آپؐ کے متعلق یہ جو کہا گیا ہے لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ یہ بالکل درست اور سچ ہے کیونکہ اگر محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وجود منصُوبۂ باریٔ تعالےٰ میں نہ ہوتا تو اس کائنات کو بھی پیدا نہ کیا جاتا - ہم اس بات پر بھی پختہ یقین رکھتے ہیں کہ آدم سے لے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک جتنے انبیاء - صلحاء - اولیاء - قطب اور بزرگ گزرے ہیں سب نے آپؐ سے فیض لیا ہے لیکن آپؐ پر کسی کا احسان نہیں ہے - ہر ایک کا ہاتھ آپؐ کے سامنے بڑھا اور آپؐ نے اس ہاتھ پر کچھ

رکھا۔ لیکن آپؐ کا ہاتھ کسی کے سامنے نہیں بڑھا اور کسی اَور سے کچھ وصول نہیں کیا۔
جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تخلیقِ کائنات کا اصل سبب ہیں۔ علاوہ ازیں ایک حدیثِ نبویؐ ہے جو حدیث کی مشہور کتاب مسند احمد بن حنبل میں درج ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل ایک فقہی مسلک کے بانی ہیں جسے حنبلی فقہ کہا جاتا ہے۔ آپ بڑے پایہ کے بزرگ ہیں۔ آپ نے اپنی مُسند میں یہ حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں اس وقت خاتم الانبیاء تھا کہ ابھی آدم کا وجود بھی دُنیا میں نہیں تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار یا کچھ زیادہ یا جتنے مرضی انبیاء کہہ لیں، جو آدم کی نسل میں پیدا ہوئے وہ سارے کے سارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاتم الانبیاء کے مقام پر فائز ہونے کے بعد آئے۔ یہ نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعثت کے وقت خاتم الانبیاء بنائے گئے تھے۔ اور آپؐ سے پہلے جو نبی تھے وہ تو گزر گئے اور اُن کا آپ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آدم سے پہلے اور ایک لاکھ بیس ہزار انبیاء سے بھی پہلے خاتم الانبیاء تھے۔ یہ کوئی فلسفیانہ بحث نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ یہ کوئی تھیوری نہیں ہے جو آئندہ کے لئے پیش کی جاتی ہے یا کوئی Invention (ایجاد) نہیں ہے کہ جس میں تبدیلی ممکن ہو مثلاً موٹروں۔ ہوائی جہازوں مشینوں اور دواؤں کے اندر ترمیم اور تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ یہ اس قسم کی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقتِ کائنات ہے جس طرح خدا تعالےٰ کی وحدانیّت بنیاد ہے اس کائنات کی اسی طرح یہ بھی آدم کے ساتھ تعلق رکھنے والی جو دُنیا

ہے اس کی بنیادی حقیقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپؐ کا خاتم الانبیاء ہونا ہے۔
حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل ہُوا۔ یہ ایک کامل اور مکمل کتاب ہے۔ اس میں وہ تمام صداقتیں پائی جاتی ہیں جو پہلی شریعتوں کے اندر موجود ہیں تو کیا کوئی آدمی یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے قرآن کریم کو پہلی شرائع کا محتاج بنایا ہے؟ یعنی کچھ تورات سے لے لیا اور کچھ لے لیا کسی اَور شریعت سے۔ گویا جتنی شریعتیں آچکی ہیں ان میں سے تھوڑا تھوڑا لے کر قرآن کریم بنا لیا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اور نہ ہی فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ کے یہ معنے ہیں۔ چونکہ زمانہ کے لحاظ سے قرآن کریم کا نزول پیچھے ہُوا اس لئے انسانی عقل یا مَیں کہوں گا سارے انسانوں کی عقل اس حقیقت تک نہیں پہنچتی تھی اس لئے کہا گیا فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ۔ خود قرآن کریم نے اس کے کچھ اور معنے کئے ہیں قرآن کہتا ہے کہ اس نے ماقبل شرائع سے لے کر اپنے اندر یہ صداقتیں نہیں رکھیں بلکہ اُن شرائع کے اندر قرآن کریم سے لے لے کر صداقتیں رکھی گئی تھیں۔ چنانچہ اس حقیقت کی طرف سُورۂ آل عمران کی ۲۴ ویں آیت اشارہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ۔ پھر اسی آیت میں آتا ہے کہ جب اُن کو اسی الکتاب کی طرف بُلایا جاتا ہے تو وہ اعراض کرتے ہیں۔ یہودیوں کی اپنی کتاب یعنی موسوی شریعت میں قرآن کریم کی صداقتوں کا ایک حصّہ رکھا گیا اور اس پر وہ فخر کرنے لگ گئے لیکن جب کامل کتاب کا وہ حصّہ تھا جب اُس کی طرف ان کو بُلایا جاتا ہے تو وہ اعراض کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تو بڑی نامعقول

بات ہے کہ جو چھوٹا سا حصّہ قرآن کریم کا تھا اس پر وُہ (یہود) ناز کرنے لگ گئے اور جب کامل اور مکمل قرآن اُن کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے اس سے مُنہ پھیر لیا یہ کہتے ہوئے کہ اُنہیں اس کی ضرورت نہیں ۔ اگر اس کامل کتاب کی اُنہیں ضرورت نہیں تو اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ کی رُو سے اُنہیں اس کا جو حصّہ ملا اس کی بھی پھر اُنہیں ضرورت نہیں رہتی ۔

پس اگرچہ عام انسانوں کو سمجھانے کے لئے قرآن کریم نے اس قسم کے محاورے استعمال کئے ہیں لیکن اصل حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے جو باتیں بیان کرنی چاہیئے تھیں وہ خود قرآن کریم کے اندر موجود ہیں ۔ قرآن کریم اپنی تفسیر اور اپنی عظمت اور شان کے اظہار کے لئے کسی کا محتاج نہیں ہے ۔ وہ خود اپنی تفسیر کرتا ہے اور اپنی عظمت اور شان کو ظاہر کرتا ہے چنانچہ جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعلق فرمایا ۔ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۔ دُوسری طرف فرمایا اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ ۔ یعنی اہلِ کتاب کی کتبِ مقدسہ میں قرآن کریم کا ہی ایک حصّہ موجود ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس مضمون کی تشریح میں بہت مثالیں دی ہیں ۔ ایک مثال آپ نے یہ دی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو قرآن کریم کی تعلیم کا یہ حصّہ دیا گیا ۔ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السّلام کی بعثت کے وقت یہود کی حالت بڑی کمزور تھی ۔ وہ بُزدل ہو گئے تھے ۔ اُن کی گردنیں جھکی رہتی تھیں اس لئے اُن کو اُبھارنے کا سوال تھا ۔ چنانچہ اُن کو یہ حکم دیا کہ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۔ تاہم یہ ایک عارضی نظام تھا ۔ مستقل نظام تو قرآنی شریعت

نے بنی نوع انسان کو دیا ہے ۔ پھر جب یہود کی حالت بدل گئی تو وہ بڑے Aggressive بن گئے یعنی ہر وقت آمادہ پیکار بن کر دوسری انتہاء پر چلے گئے ۔ تو اُس وقت حضرت مسیح علیہ السّلام کی بعثت ہوئی ۔ آپ نے قرآنی تعلیم کے دوسرے حصّے یعنی فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ پر زور دیا جس کا عملی نمونہ ایک گال پر تھپڑ کھا کر دُوسرا بھی آگے کر دینے کی صورت میں ظاہر ہُوا ۔ گویا یہ تعلیم بھی بگڑ گئی اور عیسائیت دُوسری انتہاء پر چلی گئی ۔ ان دونوں کو ملا دیں تو وہ بہرحال قرآن کریم کی صداقت بن جاتی ہے ۔

پس ہمارا یہ ایمان ہے کہ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آدم کی پیدائش سے بھی پہلے خاتم الانبیاء تھے ۔ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ تمام انبیاء اور صلحاء اور اولیاء اور بزرگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزرے ہیں انہوں نے تمام رُوحانی برکات آپؐ ہی کے طفیل حاصل کی ہیں ۔ بالواسطہ حاصل کیں یعنی یہودیوں نے جو تورات پر ایمان لائے اور ان میں سے جس حصّے نے خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کیا وہ بواسطہ موسیٰؑ حاصل کیا لیکن قرآن کریم ہی کی تعلیم کے ایک حصّے سے برکت حاصل کی ۔ اور جو عیسائیت پر بعثتِ نبویؐ تک کا زمانہ گزرا اس میں خدا سے پیار کرنے والے بہت سے بزرگ پیدا ہوئے ۔ انہوں نے خدا کے پیار کو حاصل کیا اس کی رحمتوں کا نزول ہُوا جتنا بھی ہُوا وہ بہرحال قرآن کریم کے ایک حصّے کی برکت سے ہُوا گو یہ برکت بواسطہ مسیح ملی لیکن دراصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملی ۔ یہ ہے حقیقت ہمارے نزدیک ہمارے آدم کے سلسلہ انبیاءؑ کی ۔

پس ہمارا پہلا ایمان ہے خدائے واحد و یگانہ پر جو صفاتِ حسنہ سے متّصف ہے، جس کے اسماء الحسنیٰ ہیں، جس میں کوئی بُرائی اور کمی اور نقص اور عیب نہیں پایا جاتا۔ وہ ازل سے ہے اور ابد تک ہے۔ اُس نے کائنات پیدا کی جو بہت ہی وسیع ہے جس میں خدا تعالےٰ کی عظیم شان نظر آتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے یہ اعلان کیا:۔

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَۃِ ۨالْکَوَاکِبِ۔ (الصّافات: ۷)

بعض دفعہ کوئی آدمی شیطان کا چیلہ بن کر استکبار کرتا ہے لیکن اس کی حیثیت یہ ہے کہ وہ پہلے آسمان کے ستاروں کی کنہ تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس وقت تک بڑی Sophisticated دُوربینیں ایجاد ہو چکی ہیں لیکن اُن کے ذریعے بھی انسان ستاروں کے کناروں کو معلوم نہیں کر سکا۔ اس قسم کی ریسرچ کرنے والوں کے نزدیک ابھی تو انہوں نے کناروں کو صرف کریدا ہے۔ پنجابی میں اسے کہتے ہیں تھوڑا سا "پھوریا" ہے۔ قرآن کریم نے سات آسمانوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے پہلے آسمان کے ستاروں کے متعلق انسانی معلومات کا یہ حال ہے کہ ابھی تو انسان نے اُسے صرف "پھوریا" ہے اور فخر کرنے لگ گیا ہے۔ ابھی تو اس کے پرے چھ اَور آسمان باقی ہیں۔ پھر ہم اس خدا پر ایمان لاتے ہیں جو اپنے پیارے بندوں کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے پیارے بندے اس کی راہ میں جان دینے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

اسی طرح ہم اس بات پر بھی ایمان لاتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کے محسنِ اعظم ہیں۔ آپؐ انسانیت کے محسن ہیں اس لئے کہ جیسا کہ

مَیں نے بتایا ہے آپؐ نے آدم پر بھی احسان کیا۔ قرآن کریم کی شریعت میں سے تمدّن کا ایک حصّہ اُن کو دیا گیا۔ پھر اس سلسلہ میں حضرت نوح علیہ السّلام آ گئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام آ گئے۔ علیٰ ہذا القیاس ایک لاکھ بیس ہزار یا چوبیس ہزار انبیاء گزرے ہیں اور ان میں پتہ نہیں کتنے نبی ایسے بھی تھے جن پر شریعتیں نازل ہوئیں مگر ان میں سے اکثر شریعتوں کو خدا کی حکمتِ کاملہ کے ماتحت یاد رکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی کیونکہ جس انسانِ کامل کے لئے خدا نے دُنیا پیدا کی تھی وہ مبعوث ہو گیا۔ قرآن کریم انسان کے ہاتھ میں دے دیا گیا۔ یہ بڑی عجیب کتاب ہے علوم سے بھری ہوئی اور برکات سے معمور۔

غرض ہمارا یہ ایمان اور پختہ عقیدہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل ہیں۔ آپؐ سب سے بڑے رسُول ہیں۔ خدا تعالےٰ کے سب سے زیادہ محبُوب ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے جتنا پیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے اُتنا پیار کسی اَور نبی اور انسان سے نہیں کیا۔ آپؐ فخرِ رسل ہیں۔ آدم سے لے کر سب انبیاء کے بھی آپؐ محسن ہیں۔ آپؐ کا وجود آدم سے لے کر قیامت تک کے ہر انسان کے لئے مجسم احسان ہے۔ آج یورپ بھی آپؐ کے حُسن و احسان کا محتاج ہے۔ اہلِ یورپ کے دل میں آہستہ آہستہ یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض سے مستفیض ہو کر لوگ آئیں اور اُن کے مسائل حل کریں۔ اور انشاء اللہ العزیز احبابِ جماعت وہاں جائیں گے اپنی رُوحانی قوتوں کے ساتھ اور اُن کے مسائل کو بھی حل کریں گے۔

پس ہم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان پر پختہ ایمان رکھتے

ہیں اور ہم دل سے یہ یقین رکھتے ہیں کہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ یہ ایک صداقت اور حقیقت ہے کہ جس نے خدا کا پیار حاصل کرنا ہو اُسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنی پڑے گی ۔ آپؐ کو چھوڑ کر کوئی بلند رُوحانی رُتبہ تو کیا کوئی شخص خدا کا عام پیار بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ آپؐ خدا تعالےٰ کے اتنے پیارے اور محبوب ہیں کہ آپؐ کے مقابلے پر کھڑے ہونے کی کوئی جرأت نہیں کرسکتا ۔ سوائے شیطان لعین کے ۔

پھر قرآن کریم پر بھی ہم ایمان رکھتے ہیں ۔ اس کی صداقت کے متعلّق کچھ باتیں مَیں نے بیان کر دی ہیں ۔ یہ مضمون بہت وسیع ہے ۔ مَیں نے اسے مختصر کرنے کی کوشش کی ہے ۔ قرآن کریم اتنی عظیم کتاب ہے کہ اس میں انسان کی تمام ضروریات کا حل موجود ہے علمی لحاظ سے بھی اور عمل کرکے فائدہ اُٹھانے کے لحاظ سے بھی ۔ قرآن کریم کی تعلیم پر عمل پیرا ہوکر محمّد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جو فیضان جاری کیا ہے، اس کے نتیجہ میں انسان خدا تعالےٰ کے پیار کو حاصل کر لیتا ہے ۔ پھر دُنیوی لحاظ سے مَیں نے خدا تعالےٰ کی دی ہوئی توفیق سے دُنیا کے چوٹی کے دانشوروں میں سے بعض کے ساتھ باتیں کی ہیں اور ہر ایک کو اس بات کا قائل کیا ہے کہ تمہارے علم کے متعلّق بھی قرآن کریم ہمیں بنیادی حقیقت بتاتا ہے جسے بعض دفعہ تم خود بھول جاتے ہو ۔ مثلاً کیمسٹری (کیمیا) کا علم ہے ۔ مَیں اس مضمون کا گریجوایٹ نہیں ۔ نہ مَیں نے سکول میں کیمسٹری پڑھی ہے اور نہ کالج میں ۔ لیکن ابھی پچھلے دنوں ایک احمدی طالب علم سے میری ملاقات ہوئی جو کیمسٹری میں پی ایچ ڈی کر رہا ہے اس کو مَیں نے کیمیا کے متعلق بتانا شروع کیا اور جب یہ کہا کہ مَیں نے کیمیا کے متعلق قرآن کریم سے

سیکھا ہے تو وہ حیران ہو کر میرا مُنہ دیکھنے لگا ۔ کیونکہ وہ حقیقت جو مختلف علوم کے اساتذہ کو معلوم نہیں وہ قرآن کریم ہمیں سکھاتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کریم بڑی عظیم کتاب ہے اور بڑی برکتوں والی کتاب ہے احباب جماعت کو چاہیئے کہ وہ اس پر غور کیا کریں اور دُعائیں کیا کریں کیونکہ جب خدا تعالےٰ ہمیں دُنیا کا ہادی بنانا چاہتا ہے تو ہمارے لئے یہ ازبس ضروری ہے کہ ہم ہمیشہ دُعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ہمیں قرآن کریم کی ہدایت اور روشنی اور نور بھی عطا فرمائے ۔ اس کے بغیر تو جماعت احمدیّہ دُنیا کو ہدایت نہیں دے سکتی ۔

پس جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم ایک کامل اور مکمّل کتاب ہے ۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اس کی کوئی آیت یا آیت کا کوئی ٹکڑا منسُوخ نہیں ہوسکتا ۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اس کا کوئی لفظ منسُوخ نہیں ہوسکتا ۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اس کے کسی لفظ کا کوئی حرف منسُوخ نہیں ہوسکتا ۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کی کوئی زیر، زبر اور پیش بدلی نہیں جاسکتی اور قرآن کریم کی تعلیم میں کسی قسم کا تغیّر اور تبدل نہیں کیا جاسکتا ۔ بعض نادان لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں چودہ سو سال پہلے کی کتاب ہے آج کے مسائل کو کیسے حل کرے گی ۔ خود میرے سامنے ہر قسم کے لوگ بات کرتے ہیں چودہ سو سال پہلے نازل ہونے والی کتاب آج کے زمانہ کے مسائل کو بھلا کیسے حل کرسکتی ہے ۔ مَیں ایسے لوگوں سے کہا کرتا ہوں کہ چودہ سو سال پہلے جس خدا نے اس کتاب کو نازل کیا تھا وہ آج کے مسائل بھی جانتا تھا اس لئے یہ آج کے مسائل کو حل کرسکتی ہے ۔ اور کیسے حل کرے گی یہ تو ایک فلسفہ ہے ۔ رہی حقیقت تو تم کوئی مسئلہ پیش کرو مَیں اُسے قرآن کریم سے حل کرکے بتا دیتا

ہوں۔ کیونکہ اس کے اندر علوم کے عظیم دریا بہہ رہے ہیں۔

پس یہ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کریم بڑی عظمتوں والی کتاب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں سات سو کے قریب احکام پائے جاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک تمہارے ساتھ بحث کرے گا مرنے کے بعد کہ تم نے مجھ پر عمل کیا تھا یا نہیں۔ گویا ہم سارے قرآن کریم پر عمل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ نہیں کہتے کہ جی شراب تو گرم ملکوں کے لئے حرام ہوئی تھی ہم ٹھنڈے ملکوں کے رہنے والے پی لیا کریں گے۔ وہ خدا جس نے زمین کو پیدا کیا ہے کیا وہ ٹھنڈے اور گرم علاقوں سے واقفیت نہیں رکھتا تھا؟ یہ تم اُسے آج بتا رہے ہو۔ غرض قرآن کریم کا ہر حکم قابلِ عمل ہے۔ اس لئے مَیں تمہیں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ واپس جا کر اپنی بیویوں کو بھی سمجھاؤ کہ وہ پردہ کیا کریں۔ قرآن کریم نے پردہ کا حکم دیا ہے۔ انہیں بہرحال پردہ کرنا پڑے گا یا وہ جماعت کو چھوڑ دیں۔ کیونکہ ہماری جماعت کا یہ موقف ہے۔ کہ قرآن کریم کے کسی حکم سے تمسخر نہیں کرنے دیا جائے گا نہ زبان سے اور نہ عمل سے۔ اسی پر دُنیا کی ہدایت اور حفاظت کا انحصار ہے۔ اسی میں دُنیا کی بھلائی کا راز مضمر ہے اور اسی پر ہماری ترقی اور خدا تعالیٰ کے پیار کے حصول کا دارومدار ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے شروع زمانہ میں آپؐ کے ماننے والوں کو بڑا دُکھ دیا گیا۔ اس دُکھ اور درد کی ایک لمبی داستان ہے اُس کو تو مَیں اس وقت دُہرا نہیں سکتا۔ مَیں صرف ایک مثال لیتا ہوں اور وہ اس شخص کے بارہ میں ہے جو عربی النسل نہیں تھا ہماری طرح ایک عجمی تھا۔ اور

وہ تھا مکّہ کے ایک رئیس امیّہ کا غلام۔ بلال رضی اللہ عنہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس حبشی کے دل میں اپنا نور بھر دیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار پیدا کر دیا تھا۔ چنانچہ آپؐ کی صحبت میں اُسے خدا تعالیٰ سے اس قدر محبت اور پیار پیدا ہو گیا تھا کہ غلامی کی حالت میں اس کا مالک اُسے مکّہ کے تپتے ہوئے صحراء میں لے جاتا پتھریلی زمین پر ننگا کر کے لٹا دیتا اور تپتے ہوئے پتھر اس کے سینے پر رکھتا اور اُس سے کہتا خدائے واحد و یگانہ کی پرستش چھوڑ کر لات و عزّیٰ کی پرستش کرو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کفر کرو، آپؐ کا انکار کرو تو اُس کے حلق سے اس حالت میں بھی جو آواز نکلتی تھی وہ یہ تھی "احدٌ" "احدٌ" خدا واحد و یگانہ ہے خدا واحد و یگانہ ہے۔ ہر احمدی میں یہی رُوح بلالی پیدا ہونی چاہیئے۔ اگر دُنیا کی ساری طاقتیں ہمارے حقوق کو غصب کر کے (یہ بھی ننگا کر دینے کے مترادف ہے) اور انسانی اقدار کو پسِ پُشت ڈال کر اپنے غضب کی تپتی ہوئی ریت پر ہمیں لٹا کر اور تعصّب کے سارے پہاڑ ہمارے سینوں پر رکھ دیں اور کہیں۔ کہ خدائے واحد و یگانہ کا انکار کرو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر کرو تو ہماری رُوح کی آواز یہی ہوگی۔ احد۔ احد۔ اللہ اکبر۔ خاتم الانبیاء زندہ باد پس دُنیا کی کوئی طاقت ہم سے ہمارا ایمان نہیں چھین سکتی انشاء اللہ تعالیٰ۔ میرا یہ پیغام لے کر آپ یہاں سے واپس جائیں اور ہر ایک احمدی کو یہ بتائیں کہ وہ اپنے اندر رُوحِ بلالی پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔

اب مَیں دُعا کے ساتھ خدّام الاحمدیّہ کے اجتماع کا اختتام کروں گا۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا مقام پہچاننے کی توفیق عطا کرے اور خدا اور خُدا

کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ہمارا پُختہ ایمان ہے اس پر وفا کے ساتھ ثباتِ قدم عطا کرے اور پختہ عزم بخشے۔ اور ہمارا تعلقِ محبّت جو اپنے ربّ سے ہے اُس کو مضبُوط سے مضبُوط تر کرتا چلا جائے۔ اور خدا تعالیٰ کے پیار کو ہم سب حاصل کرنے والے اور محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مستانہ وار اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں۔ خدا تعالیٰ آپ کے سفر و حضر میں آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ آپ کے تعلق داروں، ہمسایوں اور علاقے پر بھی فضل نازل فرمائے۔ اور اس دُنیا کو انسان کے ہاتھ کے پَیدا کردہ شر سے محفوظ رکھے۔ اور وہ ہدایت جو قرآنی تعلیم کی شکل میں بنی نوع انسان کی طرف آئی لوگ اُسے سمجھنے لگیں اور انہیں خدا تعالیٰ کی توحید حقیقی کے سمجھنے اور محمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جانے کی توفیق عطا ہو۔ اللّٰھُمّ آمین۔ آؤ اب ہم دُعا کرتے ہیں ؛

نام کتاب :- ہمارے عقائد
پبلشر :- محمد شفیق قیصرؔ۔ مجلس خدام الاحمدیّہ مرکزیّہ۔ ربوہ
پریس :- جرمن پرنٹرز -لاہور